(۱۸)

(فرمودہ ۱۰ر مئی ۱۹۳۰ء بمقام قادیان)

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا افتراق اس حد تک نمایاں اور ایسا دل شکن ہے کہ اسے دیکھتے ہوئے اس زمانہ میں کسی کو یہ جرأت ہی نہیں ہو سکتی کہ مسلمانوں کے اتحاد کے متعلق امید اور وثوق سے کوئی بات کہہ سکے۔ جس طرح ایک ایسے جنگل میں جہاں سینکڑوں میل تک کوئی آبادی نہ ہو کسی کو امداد کے لئے پکارنا یا کسی سے جواب کی امید رکھنا ایک فضول اور عبث فعل ہے اور اگر کوئی ایسی حالت میں پکارے گا بھی تو اس کی آواز یقین اور وثوق سے خالی ہو گی۔ ایک رسم اور عادت کے ماتحت ضرورت کے وقت ایک مصیبت زدہ چیخ پڑے گا۔ لیکن حقیقتاً اس کا دل امید سے خالی ہوگا اور وہ جانتا ہوگا کہ میری آواز بالکل بے اثر اور بے فائدہ ہے۔ اس کی نگاہیں اس عادت کے ماتحت جو بچپن سے اسے پڑ چکی ہے اُوپر کو اُٹھیں گی اور وہ اس طرح دیکھے گا جس طرح مصیبت کے وقت ایک انسان اپنے دوستوں اور پیاروں کی طرف دیکھتا ہے لیکن اس کی نگاہ امید اور تاثیر سے خالی ہو گی۔ اسی طرح اس زمانہ میں مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دینا یا ایک بات پر جمع ہونے کی تلقین کرنا ایک غیر ممکن فعل اور بے فائدہ کام نظر آتا ہے۔ ایسا کرنا ایک ایسی آواز سے مشابہ ہے جو صحرا میں اٹھتی اور وہیں فنا ہو جاتی ہے۔ اور ایک ایسے شخص کی نگاہ ہے جو جنگل میں ایسے درختوں پر پڑتی ہے جو اس کی خواہش اور التجا کا جواب نہیں دے سکتے اور خود اس کے قلب میں بھی کوئی امید یا یقین نہیں ہوتا۔ مگر باوجود اس حالت کے جس میں مسلمان اس وقت مبتلا ہیں اور باوجود اس مایوسی کے جو اس وقت ان کے خیر خواہوں کے دلوں میں پیدا ہو چکی ہے ہمارا ایمان ہے کہ بعض اوقات ایسے آجاتے ہیں جب خدا تعالےٰ مایوسی کو امید سے اور غم کو خوشی سے تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر ہمیشہ کے لئے انسان پر مایوسی ہی مایوسی طاری رہے تو وہ تمام اعلیٰ کاموں سے محروم رہ جائے اس لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے امید کی گھڑیاں بھی پیدا کی ہیں اور خوشی کی ساعتیں بھی رکھی ہیں تا مایوسیوں کی غیر متزلزل اور لمبی کڑی اسے ہمیشہ کے لئے قوتِ عمل سے محروم نہ کر دے۔ ہم سے مسلمانوں کو جو مخالفت ہے وہ ظاہر ہے اور بعض تو ہماری مخالفت میں اس حد تک بڑھے ہوئے ہیں کہ ان کے نزدیک ہماری مخالفت میں وہ جو کچھ بھی کر سکتے ہیں، جائز اور صحیح سمجھتے ہیں۔ اور ان کی ساری طاقت ہماری طاقت کو توڑنے کے لئے صرف ہو رہی ہے۔ خدا تعالےٰ انہیں بار بار ناکام کر کے بتاتا ہے کہ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن

ان کے دل ہماری طرف سے خطرات سے اس قدر پُر ہیں کہ باوجود متواتر ناکامیوں کے باز نہیں آتے۔ ذلّت کے بعد ذلت، رسوائی کے بعد رسوائی، شکست کے بعد شکست اور ہزیمت کے بعد ہزیمت اُٹھاتے ہیں حتّٰی کہ خود ان کے ہم خیال ان کے طریقِ کار کی مذمت کرتے اور انہیں سمجھاتے ہیں کہ اس قسم کی شرارت اور دنایت قومی مفاد کے منافی اور اسلامی تعلیم کے مخالف ہے۔ مگر باین ہمہ وہ باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر میدان میں بتا دیا ہے کہ جو لوگ اس کی مدد اور نصرت کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، انہیں تباہ کرنا کسی انسان کا کام نہیں اور احمدیت اسی طرح قائم کی گئی ہے بلکہ ہر نبوت اور ماموریت اس طرح قائم کی جاتی ہے جس طرح اسماعیلی درخت کو خدا تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین میں لگایا تھا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ کوئی صداقت اور راستبازی ایسے حالات میں کبھی دُنیا میں نہیں آتی کہ اس کے نشوونما پانے کے لئے میدان خالی ہو۔ صداقت ہمیشہ اسی وقت آتی ہے جب اس کے پنپنے اور نشوونما پانے کے لئے میدان خالی نہیں ہوتا۔

صداقت کا بیج خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے ویران مقام پر ڈالتا ہے تا وہ دوسرے بڑے درختوں کے سایہ سے محفوظ رہ کر ترقی کر سکے۔ اور اس وجہ سے انبیاء کی جماعتیں الگ قائم کی جاتی ہیں۔ نادان خیال کرتے ہیں کہ فلاں مدعیٔ نبوت نے آکر لوگوں میں شقاق اور تفرقہ ڈال دیا۔ باپ کو بیٹے سے، بھائی کو بھائی سے جُدا کر دیا۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک ہوشیار مالی نئے پودے کو ہمیشہ الگ لگاتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا بیوقوف مالی نہیں ہوگا جو کسی نئے اور قیمتی پودے کو کسی بڑے درخت کی جڑ کے پاس لگا دے کیونکہ وہ جانتا ہے اس طرح پودا ضائع ہو جائے گا۔ وہ ہمیشہ اسے ایسی جگہ لگائے گا۔ جہاں طاقت پکڑ سکے اور جہاں اسے پوری غذا مل سکے۔ اور اگر نئی جماعتوں کا الگ قائم کرنا بُری چیز ہے تو اس کی بنیاد نمایاں طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی جنہوں نے اپنے بیٹے کو تمام رشتہ داروں، عزیز و اقارب اور ملک و وطن سے علیحدہ کرکے وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ دیا۔ کیا اس کے یہ معنے لئے جائیں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرب و شام اور عبرانیوں و شامیوں میں جدائی ڈال کر شقاق پیدا کرنا چاہتے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، وہ جانتے تھے کہ اس ہونہار پودے کے نشوونما اور ارتقاء کے لئے وادیٔ غیر ذی زرع ہی کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ کی مشیّت یہی تھی کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو پہلے ترقی دی جائے اور اسماعیلی پودا ایک دور مقام پر چھوٹی حالت میں رکھا جائے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ چھوٹے پودے بڑے درخت کے زیر سایہ نہیں بڑھ سکتے اور ہمیشہ ضائع ہو جایا کرتے ہیں۔ اور چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو بعد میں خدا تعالیٰ نے ترقی دینی تھی، اس لئے اس کا پودا ایک سنسان جگہ میں لگایا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد نے ترقی کی مگر اسے کبھی یہ خیال بھی نہ آیا کہ مکہ فتح کرے کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے اسے فتح کرنا کسی فائدہ کا موجب

نہیں ہو سکتا بلکہ اُلٹا اس پر خرچ ہی آئے گا۔ مکہ نہ صرف متمدن دنیا سے الگ تھلگ مقام تھا۔ بلکہ غیر ذی زرع بھی تھا اور اسی مقام کو خدا تعالیٰ نے اسماعیلی پودے کے لئے اس لئے منتخب کیا۔ تا دوسرے لالچ کی نظر سے اسے نہ دیکھیں۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ نیا پودا ہمیشہ علیحدہ لگایا جاتا ہے۔ نادان اسے شقاق اور تفرقہ قرار دیتا ہے، حالانکہ یہ قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ اگر نئے پودے پُرانے درختوں کے نیچے لگانے شروع کر دیئے جائیں تو نیا بہت جلد باغوں سے محروم ہو جائے کیونکہ پُرانا درخت تو اپنی عمر کو پہنچ کر ضائع ہو جاتے گا اور نیا پودا اس کی وجہ سے غذا حاصل نہ کر سکے گا اور اس وجہ سے وہ بھی ضائع ہو جائے گا دنیا میں ہر ایک جو غذا کھاتا ہے ترقی نہیں کرتا۔ بوڑھے آدمی کو خواہ کتنی ہی غذا کیوں نہ دی جائے پھر بھی وہ انحطاط کی طرف ہی جائے گا۔ لیکن ایک بچہ کو اس سے چوتھائی حصہ بھی دی جائے تو وہ جلد جلد بڑھے گا۔ پس محض غذا کھانا ترقی کی علامت نہیں ہوا کرتی بلکہ ترقی میں عمر کا بھی دخل ہوتا ہے۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ جو قومیں اپنی عمر کو پہنچ جاتی ہیں اور جن کی اجل آجاتی ہے اور جو اس بات کی انتظار میں ہوتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ بڑھے اور ان کو جڑھ سے کاٹ دے ان کے لئے خواہ کتنی غذا کیوں نہ مہیا کی جائے وہ بچ نہیں سکتیں۔ بوڑھے آدمی کو مغزیات اور مقویات وغیرہ دینے سے ممکن ہے اس کی موت میں چند روز کا التوا ہو جائے لیکن وہ کسی کام کا نہیں بن سکتا۔ ایک نوے سالہ بوڑھے کو کتنی غذائیں کھلاؤ اور مالشیں کرو۔ اگر اس میں کوئی تغیر ہو گا تو وہ زیادہ سے زیادہ یہی کہ اگر لیٹا ہی رہتا ہو گا تو کسی وقت بیٹھنے لگ جائے گا لیکن دوبارہ پہلوان نہیں بن سکے گا۔ لیکن ایک بچے سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اگر اسے مقویات کھلائی جائیں تو وہ ترقی کر جائے۔ جو گھی اور مغزیات بوڑھے کو کھلائی جاتی ہیں وہ ضائع جاتی ہیں لیکن جو سوکھی روٹی بچہ کو دی جائے وہ کام آتی ہے کیونکہ بچہ اس سے بھی طاقت حاصل کرتا ہے۔ جو غذائیں بوڑھے کو دی جائیں وہ زیادہ سے زیادہ ایک دیوار بن سکتی ہیں جس سے وہ سہارا لے سکے۔ لیکن جو کچھ بچہ کو کھلایا جائے وہ ایک گھوڑا ہوتا ہے جو اسے ترقی کی منزل پر پہنچاتا ہے۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ جب قومیں اپنی عمر گذار لیتی ہیں اس وقت ان میں اتحاد اور ان کی ترقی کے لئے خواہ کتنی کوشش کرو، وہ زیادہ سے زیادہ ایک سہارے کی دیوار ثابت ہو گی۔ لیکن جو نئی جماعت خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کی گئی ہو اس کی ترقی کی کوشش سواریاں ہوں گی جو اسے لے کر دور دور لے جائیں گی اور دنیا پر مسلط کر دینگی۔

پس یاد رکھو کہ جب کوئی قوم اپنی اجل کو پہنچ جاتی ہے تو اسے قائم اور زندہ رکھنے کے لئے کوشش کرنا اپنے زور اور طاقت کو ضائع کرنا ہوتا ہے۔ اور وہ شخص نادان ہے جو یہ کہتا ہے

کہ ایسی قوم کی موجودگی میں نئی بنیاد ڈالنا فضول ہے۔ جب خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک قوم کے متعلق فیصلہ ہو گیا کہ وہ اپنی عمر کو پہنچ گئی تو اس پر قوت کو ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھو اگر ایک بچہ اور بوڑھا ہو اور دونوں کے لئے غذا میسّر نہ آتی ہو لیکن اتفاقاً کوئی چیز کھانے کو مل جائے اور یہ سوال پیدا ہو کہ کسے دی جائے تو ضرور پہلے بچہ کو ہی دی جائے گی تا کہ اس کی زندگی قائم رہے اور یہ ایک فطری احساس ہے جو ہر ماں باپ میں پایا جاتا ہے۔ ماں باپ خود قربان ہو جائیں گے لیکن بچہ کو تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔ اور یہ بات کسی عقل کے ماتحت نہیں بلکہ فطرت کے ماتحت ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ در اصل عقل کے عین مطابق ہے۔ ماں باپ اپنی عمر کا بہترین حصّہ گذار چکے ہوتے ہیں لیکن بچہ کے لئے ابھی کام کرنے کا میدان کھلا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ماں باپ اپنے آپ کو اپنی اولاد پر قربان کر دیتے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ جب کوئی نئی جماعت قائم کرتا ہے، اسے دوسروں سے الگ کر دیتا ہے تا اسے ترقی کرنے کے لئے کافی غذا مل سکے۔ بلکہ اگر دوسروں کی غذا بند کر کے بھی اسے دینی پڑے تو دیتا ہے۔

ہماری جماعت بھی وہ نیا پودا ہے جسے خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں لگایا[۱]۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام کیا۔ غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ دَوْحَۃَ اِسْمٰعِیْلَ[۲]۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ جس طرح اسماعیلؑ کو علیحدہ کر کے بسایا تھا۔ اسی طرح احمدیت کو بھی دوسروں سے علیحدہ قائم کروں گا۔ چونکہ لوگوں نے اعتراض کرنا تھا کہ ان لوگوں نے اپنی نمازیں، شادی بیاہ۔ جنازہ وغیرہ کیوں علیحدہ کر لئے؟ اس لئے اس الہام میں خدا تعالےٰ نے اس کا ایک جواب دیا ہے کہ اسمٰعیلؑ کو بھی ابراہیمؑ نے دوسروں سے بالکل علیحدہ کر دیا تھا۔ اور یہ ظلم، فساد اور تفرقہ نہیں تھا بلکہ ضروری تھا تا محمدی نور ترقی کر سکے۔ اس زمانہ میں بھی محمدی نور مدھم ہو رہا تھا، اس لئے خدا تعالےٰ نے پھر احمدیت کے پودے کو علیحدہ کر کے لگایا اور اسماعیلی پودے کی طرح اسے بھی وادیٔ غیر ذی زرع میں لگایا یعنی قادیان میں جو ترقی یافتہ اور متمدن دنیا سے بالکل الگ اور علیحدہ مقام ہے۔ پھر اس کی حفاظت بھی ایک بے کس اور ناتوان جماعت کے سپرد کی تا دنیا اس کی طرف لالچ کی نگاہ سے نہ دیکھے اور محمدی نور پھر دنیا میں ترقی کرے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایک نادان بوڑھا مالی جو اپنے پرانے درختوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے نئے درخت لگائے جانے کو اپنی ہتک سمجھتا ہے لیکن اسے کیا معلوم کہ اس کا باغ تباہ ہونے والا ہے اور اگر پھل کو دنیا میں قائم رکھنا ہے تو ضروری ہے کہ نئے نئے درخت لگائے جائیں۔

ہماری جماعت کے بعض دوست دنیا کی مخالفت کو دیکھ کر گھبراتے ہیں۔ حالانکہ ساری دنیا ہماری مخالف نہیں۔ فطرت صحیحہ ہماری تائید میں ہے[۳]۔ مخالفت ہمیشہ شیطانی وساوس سے ہوتی ہے

انسانیت کی طرف سے نہیں اور اشد ترین مخالفوں پر بھی جب کبھی انسانیت کا دَور آتا ہے تو ان کا دل ہماری تائید ہی کرتا ہے ۔ اگرچہ وہ اسے ظاہر نہ کر سکیں۔ دنیا میں جتنے بھی شریف لوگ ہیں خواہ وہ ہندو ہوں یا عیسائی، یہودی یا کسی اور قوم سے تعلق رکھتے ہوں، وہ ضرور ہماری تائید کرتے ہیں ۔ چند دن ہوئے ایک ڈچ کانسل* یہاں آیا ۔ وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہاں کی زندگی کے متعلق اس نے کہا ۔ میں بائیبل میں حواریوں کی زندگی کے حالات پڑھ کر حیران ہوا کرتا تھا کہ کیا ایسی زندگی ممکن ہے لیکن یہاں آکر ان کی زندگی کا عملی نمونہ نظر آگیا ۔ وہ عیسائی تھا اور سیاسیات سے تعلق رکھتا تھا لیکن یہاں جس چیز نے اسے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ یہاں اسے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی زندگی کے متعلق بائیبل کے بیانات کی جنہیں وہ ناممکن سمجھا کرتا تھا تصدیق ہو گئی تو ایک شریف انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو وہ اس جدوجہد کو جو دنیا کی اصلاح کے لئے ہم کر رہے ہیں قدر کی نگاہ سے دیکھیگا ۔ ہاں جن کے دلوں پر زنگ لگ چکا ہے اور جن کی آنکھیں بیمار ہیں وہ مجبور ہیں انہیں ہمارے اندر کوئی خوبی نظر نہیں آتی ۔ جس طرح یرقان کا مریض ہر چیز کو زرد ہی دیکھتا ہے یا اور مختلف بیماریوں میں مختلف رنگ نظر آتے ہیں یا بعض وقت بیماری کی وجہ سے ایک کے دو دو نظر آتے ہیں ۔ اسی طرح جن کی روحانی آنکھیں بیمار اور دل مُردہ ہوں ان کو بہرحال ہماری جماعت بھی بُری ہی نظر آئے گی جس شخص کی ناک میں پھوڑا ہوا سے ہر چیز اور ہر مقام سے بُو ہی آئے گی حالانکہ بُو اس کی اپنی ناک میں ہوتی ہے اسی طرح جن کی ناک اور دل و دماغ میں بیماری ہے، انہیں قرآن، توریت، انجیل ہر جگہ بُرائی ہی برائی نظر آئے گی ۔ ممکن ہے مذہب کی پچ یا لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے وہ اس کا اظہار نہ کریں لیکن اگر انہیں کریدا جائے تو ایسا مسلمان قرآن پر، عیسائی انجیل پر، یہودی توریت پر اور سکھ گرنتھ پر معترض نظر آئے گا ۔ اور جب وہ اپنی کتاب پر ہی معترض ہو تو اس کی طرف سے دوسرے پر اعتراض تعجب انگیز نہیں ۔ ایسے لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کرنی چاہیئے ۔ صداقت ضرور لوگوں کے دلوں میں گھر کر کے رہتی ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ صداقت پر چلنے کا دعویٰ کرنے والے دنیا کو اپنا پھل دکھائیں ۔ دُنیا میں کوئی درخت بغیر پھل کے قیمت نہیں پاتا ۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری جماعت کا نیا پودا اسی لئے علیحدہ لگایا ہے کہ دُنیا کو ہم اپنے شیریں ثمرات دیں ۔ اور اگر نئے پودے پھل نہ دیں تو مالی انہیں کاٹ کر نیا باغ لگاتا ہے ۔ پس جہاں یہ اعتراض غلط ہے کہ ساری دنیا ہماری مخالف ہے وہاں اگر واقعہ میں ہماری جماعت دنیا میں راحت و آسائش کے لئے مفید نہ ہو تو ناجائز سے ناجائز اعتراض بھی جائز ہی ہوگا ۔ اس لئے ہماری جماعت کے لوگ اپنے وجودوں کو دنیا کے لئے مفید بنائیں اور اگر وہ ایسا

* DUTCH COUNSEL

نہیں کرتے تو گویا باغ کی اہمیت کو گرانے کے ساتھ ہی اپنے وجود کی ضرورت کو بھی کھوتے ہیں۔ اگر کوئی پودا پھل نہیں دیتا تو اس کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی احمدی کا وجود دنیا کے لئے فائدہ رساں نہیں اور اگر وہ دنیا کی بھلائی کی خاطر ہر قربانی کے لئے آمادہ نہیں تو پھر اس کے علیحدہ وجود کی بھی ضرورت نہیں۔

یہ عید جہاں ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی قوم کو ترقی دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے علیحدہ کر کے ایسے مقام پر کھڑا کرتا ہے جہاں دوسرے اس سے نہ مل سکیں۔ اور جہاں کھڑا رہنا بظاہر اس کی تباہی کے مترادف ہو لیکن خدا تعالیٰ کی نصرت اسے بڑھاتی ہے وہاں ہمیں اس عید سے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ بغیر قربانی کے اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اس عید کے موقعہ پر تمام دنیا کے مسلمان ایک مقام پر جمع ہوتے ہیں تا خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں۔ اور اس کے یہ معنے ہیں کہ قربانی کے بغیر نہ باہمی اتحاد ہو سکتا ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ سے وصال۔ آج کے دن بکرے کھانے کے لئے ذبح نہیں کئے جاتے بلکہ کھانے کے لئے کئے جاتے ہیں جس کے یہ معنے ہیں کہ ہم دوسروں کے لئے اپنا خون اور گوشت قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ہم نے کئی دفعہ ایسے لطیفے دیکھے ہیں۔ کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاں گوشت بھیجا اس نے آگے کسی اور کے ہاں بھیج دیا۔ اور اس طرح دس بارہ گھروں میں پھر پھرا کر وہی گوشت اسی کے گھر آگیا جس نے بھیجا تھا۔ اور اس نے اپنا بھیجا ہوا گوشت پہچان لیا۔ ہم اسے بے فائدہ کام نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس گوشت نے دس بارہ آدمیوں سے اس بات کا اقرار لے لیا ہے کہ ہم اپنا خون اور گوشت پوست ایک دوسرے کے لئے قربان کرنے کو تیار ہیں وہ اپنے ساتھ دس بارہ برکتیں لے کر آیا، اب اگر وہی گوشت بھیجنے والے کے گھر میں پکے تو وہ اس کے لئے برکت کا موجب ہوگا کیونکہ وہ دس گھرانوں سے اتحاد کا اقرار کرا چکا ہے۔

آج کے دن جو قربانی کی جاتی ہے وہ اس بات کا اقرار ہوتا ہے کہ ہم دُنیا کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہیں۔ اور پھر یہ خدا کے سامنے اقرار ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو تیرے لئے قربان کرنے کو تیار ہیں، نیز یہ اتحاد کا دن ہے اور اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ پس اپنے دل میں عہد کرو کہ ہم اپنے بھائی کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں اگر کسی کو تباہ ہوتا دیکھو تو ہر ممکن قربانی کر کے اسے بچاؤ۔

مَیں دیکھتا ہوں کچھ عرصہ سے ہماری جماعت کے بعض دوستوں میں یہ احساس ترقی کرتا جارہا ہے کہ ہم نے اپنا حق ضرور لینا ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جو اپنا انتہائی حق لینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہ دوسرے کا حق ضرور مارتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر بادشاہ کی رکھ ہوتی

ہے جس کے کنارے مویشی چرانا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بھی کچھ رکھیں ہیں ان کی حدود پر نہ جاؤ بلکہ پرے پرے رہو ۔ کیونکہ رکھ کے آخر سرے پر پہنچکر احتمال ہوتا ہے کہ اس کی حدود میں بھی گھس جاؤ ۔ اس لئے اس سے پرے پرے رہو تا تفرقہ کی صورت پیدا نہ ہو ۔ دنیا میں بھی قیام امن کا یہی طریق سمجھا جاتا ہے کہ سرحدوں پر فوجیں رکھنے کی بجائے دور رکھی جاتی ہیں پس انتہائی درجہ کے حقوق کا مطالبہ ضرور تباہ کر دیتا ہے ۔ اس لئے اگر تم قربانی کرتے ہو تو انتہائی حقوق حاصل کرنے کے لئے کبھی اصرار نہ کرو ۔ اپنا حق ثابت ضرور کر دو اور پھر اصرار نہ کرو بلکہ عفو سے کام لو ۔ یہ بات پوری طرح واضح کر دو کہ یہ ہمارا حق ہے لیکن تفرقہ سے بچنے کے لئے ہم اسے چھوڑتے ہیں ۔ انتہائی حقوق کا مطالبہ کرکے کئی ایک نے دیکھا ہوگا کہ تفرقہ بڑھا ۔ اب یہ تجربہ کرکے بھی دیکھ لو کہ اپنا حق ثابت کرنیکے بعد اسے چھوڑ دو ۔ پھر دیکھو باہمی اتحاد ترقی کرتا ہے یا نہیں اور جس طرح ایک بڑھیا پر دوبارہ جوانی آجائے اسی طرح تمہاری حالت میں نئی تبدیلی نظر آئے گی ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ دوزخ میں انسان جل کر کوئلہ کی طرح ہو جائے گا ۔ پھر خدا تعالیٰ کی رحمت کے پانی کا چھینٹا اس پر پڑے گا اور نئی روئیدگی اس کے اندر پیدا ہو جائے گی ۔ یہی حالت انسانی روح کی ہے جب وہ خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرتا ہے تو اس کے عفو کا پانی اسے شاداب کر دیتا ہے اور اس کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے ۔

پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس بات کا تجربہ کریں کہ اپنا حق ثابت کرنے کے بعد عفو اور درگذر سے کام لیں ۔ جس شخص کا حق ہو اسے چونکہ سوچنے سمجھنے کا کم موقعہ ملتا ہے اس لئے اس کے دوستوں کا فرض ہے کہ اس وقت اسے سمجھائیں ۔ جو دوست اسے نہیں سمجھاتا وہ بئس القرین ہے دوست کا فرض یہی ہے کہ جب اس کے دوست کی عقل ماری جائے تو اس کے کان میں ایسی بات ڈالے جو اس کے لئے برکت کا موجب ہو تا جب اس پر بھی کوئی ایسا موقعہ آئے کہ اس کی عقل ٹھکانے نہ رہے تو اسے بھی وہ آکر بھلائی کی بات سمجھائے ۔

عرصہ ہوا میں نے ایک رؤیا دیکھا تھا کہ قیامت کا دن ہے اور ہم سب اللہ کے حضور پیش ہیں اس کے بہت سے نظارے تھے مگر میں تفصیلاً بیان نہیں کرتا ۔ میں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ اپنی پیٹھوں کی طرف دیکھو جس کے پیچھے دیوانگی ہوگی وہ دوزخی ہے اور جس کے پیچھے نہ ہو وہ جنتی ۔ یہ سنکر ہم سب پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ بہت عرصہ تک سب چپ چاپ بیٹھے رہے اور کوئی بھی پیچھے مڑکر نہ دیکھتا تھا ۔ میرے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیٹھے تھے ۔ انہوں نے مجھے کہا : تم میرے پیچھے دیکھو اور میں تمہارے پیچھے دیکھتا ہوں ۔ اس پر میں نے اُنکے

پیچھے دیکھا اور بے اختیار پکار اُٹھا، آپ کے پیچھے کی دیوار پکی ہے۔ اور انہوں نے کہا۔ تمہارے پیچھے بھی پکی ہے اور ہم بڑے خوش ہو گئے تو خطرات کے موقع پر آپس میں تعاون کرنا بہت خیر و برکت کا موجب ہوا کرتا ہے۔ جب تم اپنے بھائی کو اس وقت جبکہ اس کی عقل ماری جائے نصیحت نہیں کرتے تو تم پر ایسا وقت آنے پر وہ بھی نہیں کرے گا۔ اور اگر تم اسے بُری راہ پر لگانے کی کوشش کرتے ہو تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دونوں تباہ ہو جاؤ گے۔ پس جب تمہارے کسی بھائی پر ایسی مصیبت آئے کہ وہ اپنا انتہائی حق مانگنے پر مصر ہو، کسی احمدی سے یہ تو امید ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ حق کے سوا بھی کچھ مانگے، لیکن جب وہ اپنا حق لینے پر مصر ہو تو اسے سمجھاؤ کہ وہ تفرقہ سے بچنے کے لئے قربانی کرے تا تم پر اگر ایسی حالت آئے تو تمہارا دوست یہ سوچکر کہ اس نے مجھے جنت کا راستہ دکھایا تھا میں بھی اسے دکھاؤں تمہاری مدد کو آئے۔ اور کہے مجھ پر بھی ایک وقت ایسا آیا تھا جیسا اب تم پر ہے اس وقت تم نے میری دستگیری کی تھی اور صحیح راستہ دکھایا تھا اب تم پر یہی مصیبت ہے اس لئے میں تمہیں بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بھائی کی رعایت کرو۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے قربانی کی رُوح پیدا ہو سکتی ہے۔

پس یاد رکھو کہ حقیقی ترقی کی راہ یہی ہے کہ بھائی کو مصیبت کے وقت قربانی کی تلقین کرو۔ میں اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق دے۔ حقیقی قربانی وہی ہے جو تقویٰ اللہ کی وجہ سے کی جائے اور جو اللہ تعالےٰ کی رضا اور باہمی اتحاد کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا وہ مقام جو ایک طرف اس سے ملتا ہے اور دوسری طرف تمام دنیا کو بھائی بھائی بنانا ہے، ہمیں حاصل ہو جائے۔

(الفضل ۱۶ / مئی ۱۹۳۰ء صفحہ ۵ تا ۸)

سلہ۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۷ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۹۔ ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۸۶ حاشیہ

سلہ۔ "تذکرہ طبع سوم صفحہ ۹۱ و صفحہ ۵۹۵

سلہ۔ "ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج ؛ جس کی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱)

سلہ۔ مسٹر سی انڈریاسا جو سماٹرا میں ڈچ آفیسر تھے، جدہ میں ڈچ قونصل مقرر ہوئے تو وہاں جاتے ہوئے ۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو قادیان بھی تشریف لے گئے (الفضل ۸ / اپریل - ۹ / مئی ۱۹۳۰ء)

سلہ۔ "علم الامراض" مصنفہ میر اشرف علی صفحہ ۲۷۶

سلہ۔ فتح اسلام صفحہ ۱۴ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء

سلہ۔ جامع ترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی ترک الشبہات

سلہ۔ سنن دارمی الجزء الثانی صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ دمشق ۱۳۴۹ھ۔